السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آنے والے کےلیے کھڑے ہونے اور اسے بوسہ دینے کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اولا : جہاں تک آنے والے کےلیے کھڑے ہونے کا تعلق ہے تو اس کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بڑا مفصل جواب دیا ہے جو ادلہ شرعیہ پر مبنی ہے لہذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اسے ہی ذکر دیں کیونکہ اس سے مقصود پورا ہو جاتا ہے ۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

نبی ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین کی یہ عادت نہ تھی کہ وہ جب بھی نبی ﷺ کو دیکھیں تو کھڑے ہو جائیں جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں بلکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

(لَم يَكُن شَخصٌ أَحَبَّ إِلَيهِم مِن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، وَكَانُوا إِذَا رَأَوهُ لَم يَقُومُوا لِمَا يَعلَمُونَ مِن كَرَاهِيَتِهِ لِذَلِكَ) (جامع ترمذی، الادب، باب ما جاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل ح : 2754

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نبی ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی شخص محبوب نہ تھا مگر اس کے باوجود وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند فرماتے ہیں ۔

بعض اوقات وہ عرصہ بعد آنے والے کسی شخص کے استقبال کےلیے کھڑے ہو جاتے تھے جیسا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ عکرمہ کےلیے کھڑے ہوئے اور جب سعد بن معاذ آئے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کےلیے کھڑے ہو جاو۔ (صحيح البخاري، الاستیذان باب قول النبی ﷺ (قوموا الی سیدکم) حدیث : 6262 و صحیح مسلم الجہاد، باب جواز قتال من نقض العہد ۔۔۔۔ الخ حدیث 1768

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس لیے آئے تھے تاکہ بنی قریظہ کا فیصلہ کریں انہوں نے آپ کے فیصلے کو قبول کے نے کےلیے رضامندی کا اظہار کر دیا تھا ۔

لوگوں کو بھی یہی بات زیب دیتی ہے کہ وہ اسی کی اتباع کریں جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سلف کا عمل تھا کیونکہ وہ خیر القرون ہیں اور سب سے بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر سیرت رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے لہذا کوئی شخص خیر الوری حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرت سے اعراض کر کے کسی اور طریقے کو اختیار نہ کرے معزز آدی کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو یہ تلقین کرے کہ وہ اسے جب بھی دیکھیں تو کھڑے نہ ہوا کریں الا ی کہ ایسی ملاقات ہو کہ وہ سفر سے واپس آیا ہو۔

سفر سے واپس آنے والے شخص کے استقبال کےلیے کھڑا ہونا اچھی بات ہے اور جب لوگوں کی یہ عادت ہو کہ آنے والے شخص کی کھڑے ہو کر عزت افزائی کی جاتی ہو اور اگر اسے ترک کر دیا جائے تو وہ یہ سمجھے کہ اس سے اس کے حق کو ترک کر دیا گیا ہے یا اس کے مرتبہ کو کم کر دیا گیا ہے اور اسے یہ علم نہ ہو کہ لوگوں کی یہ عادت سنت کے موافق ہے تو زیادہ مناسب بات یہی ہے کہ اس کے لیے کھڑا ہوا جائے کیونکہ یہ آپس کی الفت و محبت کےلیے اور باہمی بغض و نفرت کے ازالہ کےلیے زیادہ موزوں ہے اور اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ لوگوں کی عادت سنت کے موافق ہے تو پھر ترک قیام میں اس کےلیے کوئی تکلیف وہ بات نہ ہوگی اور اس قیام سے مراد وہ قیام نہ ہوگا جس کا نبی ﷺ کے اس فرمان میں ذکر آیا ہے :

جس شخص کو یہ بات خوش لگے کہ لوگ اس کےلیے کھڑے ہوں تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم سمجھنا چاہیے ۔

(مَن سَرَّهُ أَن يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقعَدَهُ مِنَ النَّارِ) (جامع ترمذی، الادب باب ما جاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل، ح : 2755

''جس شخص کو یہ بات خوش لگے کہ لوگ اسکےلیے کھڑے ہوں تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھنا چاہیے ۔''

کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اس کےلیے کھڑے رہیں جب کہ وہ خود بیٹھا ہو، اس سے مراد کسی کی آمد پر کھڑا ہونا نہیں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قمت الیہ اور قمت لہ میں اہل علم نے فرق کیا ہے ۔ آنے والے کےلیے جب کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے تو وہ دونوں برابر ہو جاتے ہیں لیکن بیٹھے ہوئے کے سامنے کھڑا ہونے کی صورت میں دونوں برابر نہیں ہوتے ۔ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے جب اپنی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر پڑھنا چاہی تو آپ نے انہیں بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا :

(لا تعظمونی کما یعظم الاعاجم بعضہا بعضا)) (لم اجدہ بہذا اللفظ، ومعناہ موجود فی صحیح مسلم ، الصلاۃ، باب ائتمام الماموم بالامام ، ح : 413)

''تم میری اس طرح تعظیم نہ کرو جس طرح عجمی لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں ۔''

آپ نے انہیں نماز میں بھی اس وقت کھڑے ہونے سے منع فرما دیا جب کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے تاکہ ان عجمی لوگوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو جو اپنے بڑوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں جب کہ وہ خود بیٹھے ہوتے ہیں بہر حال سب سے موزوں بات یہ ہے کہ مقدور بھر کوشش کرتے ہوئے سلف کے اخلاق و عادات کا اتباع کیا جائے لیکن جو شخص اس کا خیال نہ کرے اور نہ اسے یہ معلوم ہو کہ یہ لوگوں کی عادت ہے اور لوگوں کے بطور احترام کھڑے ہونے کی عادت کی وجہ سے اس کے لیے کھڑے نہ ہونے کی صورت میں مفسدت کا پہلو راجح ہو تو اس صورت میں کم درجہ کے مفسدہ کو اختیار کر کے دونوں میں سے بڑے فساد کو ترک کر دیا جائے جیسا کہ ادنی مصلحت کو ترک کر کے عظیم مصلحت کو اختیار کرنا واجب ہوتا ہے۔

آپ نے جو ذکر فرمایا ہے اس کی مزید وضاحت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس قصہ سے بھی ہوتی ہے جو صحیحین میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے ان کی اور ان کے دونوں ساتھیوں کی توبہ کو قبول فرمالی اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوگئے اور ان کی طرف دوڑ کر آئے اور سلام کہا اور توبہ کی قبولیت کی مبارک باد دی

تو نبی ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں فرمایا تھا (صحیح البخاري، باا حدیث کعب بن مالک، حدیث: 4418 و صحیح مسلم، التوبة، باب حدیث کعب بن مالک وصاحبیه، حدیث: 2769) اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے کے استقبال مصافحہ اور سلام کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے۔ اسی طرح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ جب اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں تو آپ بھی ان کے لیے کھڑے ہوتے ان کے ہاتھ کو پکڑ لیتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھا دیتے ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے (جامع الترمذي، المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمة (بنت محمد ﷺ) رضی اللہ عنہا، حدیث: 3872

ثانیا: جہاں تک بوسہ دینے کا تعلق ہے تو نبی ﷺ سے اس کا جواز ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زید بن حرثہ مدینہ مین آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تشرف فرماتھے وہ آئے تو انہوں نے دروازے پر دستک دی رسول اللہ ﷺ نے اس وقت صرف تہبند باندھا ہوا تھا آپ نہبند کو گھسٹتے ہوئے اس طرح باہر تشرف لے گئے کہ ایسی حالت میں اس سے پہلے یا بعد کبھی میں نے آپ کو نہیں ریکھا تھا۔۔۔ آپ نے زید کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ نے روایت کیا اور حسن قرار جیا ہے (جامع الترمذی، الاستیذان، باب ماجاء فی المعانقة، حجیث: 2732) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ باہر سے آنے والے کے استقبال کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے تو دس بیٹے ہیں مگر میں نے ان میں سے کسی کو بوسی نہیں دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص رحم نہیں کرتا اس بر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

(من لا یرحم لا یرحم)) (صحیح البخاري، الادب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته، ح: 5997 و صحیح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال۔۔۔ الخ، ح: 2318))

''جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ شفقت و رحمت کے طور پر بوسہ دینا جائز ہے جب کہ دلیل سے یہ ثابت ہے کہ عام ملاقات کے وقت بوسہ نہیں دینا چاہیے بلکہ مصافحہ پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصافحہ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمن آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ» (سنن ابی داود الادب باب فی المصافحة ح 5213»

''اہل یمن آئے ہیں اور یہ وہ سب سے پہلے لوگ ہیں جنہوں نے مصافح کو اختیار کیا ہے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا» (سنن ابی داود، الادب، باب فی المصاحفة، ح: 5212»

''جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہوئے مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔''

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا گیا اسے چمٹ جائے اور بوسہ دے؟ آپ نے فرمایا نہیں عرض کیا اس کے ہاتھ کو پکڑ لے اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے (جامع الترمذي، الاستیذان، باب المصافحة، حدیث: 6263) مگر اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی حنظلہ سدوسی ہے جو اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو دیگر شواہد کی بنا پر حسن قرار دیا ہو۔ امام احمد نسائی ترمذی اور کئی دیگر محدثین نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام نے بھی صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ دو یہودیوں نے نبی ﷺ سے ان نو روشن نشانیوں (جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں) کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے جب ان کے سوال کا جاب دیا تو انہوں نے آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاوں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں (جامع الترمذي، الاستیذان باب ماجاء فی قبلة الید والرجل، حدیث: 2733)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اسلامیہ